© rasailojaraid.com

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبۂ عربی
اسلامیہ کالج پشاور

میری

# علمی و مطالعاتی

سلسلہ ۱۳

زندگی

# حدیث ناگفتنی

قسط

۳

مولانا تھانویؒ | قصد السبیل گو ۷۲ صفحہ کا رسالہ ہے۔ لیکن حکمت اشرفیہ نے سلوک کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ بہشتی زیور گو عورتوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ لیکن حقیقتاً حنفی نکتہ نظر سے مسائل کا ایک قیمتی و محتاط ذخیرہ ہے۔ جس کا مطالعہ و استفادہ ایک وسطانی عالم کی فقہی معلومات کے لئے بقدر ہے۔ بیان القرآن اور نشر الطیب کے بارے میں فقیر کی معروضات گذر چکی ہیں۔ سلوک میں حضرت کی کتاب التکشف عن مہمات التصوف۔ خصوصاً اس کا پانچواں حصہ خاصہ کی چیز ہے۔ اور فقیر کی ذہنی ساخت میں اس کا عظیم حصہ ہے۔ التشرف احادیث سلوک کا اچھوتا مجموعہ ہے اور مسائل السلوک میں قرآنی نصوص سے فنی اعتبارات و حقائق کو ثابت کیا گیا ہے۔ کلید مثنوی رومی کے حقائق و رموز کی شاہ کلید ہے۔ اور فنی نکتہ نظر سے مثنوی کی اردو میں اشرف الشروح ہے۔ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی اور بحر العلوم کی غامض شرح بھی اپنے رنگ میں خوب ہیں۔ شیخ اکل حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے سلف صالحین کے طریقے کے مطابق سلوک کو ہر غل و غش سے پاک کر کے کتاب و سنت کی روشنی میں نکھار کر امت کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ آپ کی صوفیانہ تصنیفات انشاء اللہ رہتی دنیا تک امت کے لئے قندیل ہدایت بنی رہیں گی۔ تصوف سلوک کا یہ کارنامہ مجددیت اشرفیہ کے تاج کا تابندہ گوہر ہے ؎

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

یہ عجالہ اس دور کے اعظم المصنفین کے علوم و کمالات کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ یہاں استقصاء


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصود ہے۔ تاہم یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ علوم اشرفیہ کا بحر ناپیدا کنار بقدر طلب و ظرف ہر طالب کی پیاس بجھانے کے لئے کافی ہے۔

حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے مکاتبت کا تعلق ۱۹۴۳ء میں قائم ہوا۔ سلوک کی طرف توجہ ہوئی۔ گھر میں مکتوبات امام ربانی (مجدد الف ثانی) کا ترجمہ موجود تھا۔ ابتدا اس سے ہوئی۔ حضرت مجدد کے مکتوبات نے شرعی تصوف شریعت و طریقت کی عینیت دکھائی۔ ذات باری کی تنزیہ۔ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود اور دیگر مسائل سلوک کی حقیقت واضح فرما دی اور اس راہ میں اپنا مسلک یہ بن گیا۔ "ما را بالنص کار است نہ بافص، ما را فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است"۔

حضرت تھانوی اعلی اللہ مقامہ کی کتابوں حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ (التکشف جلد پنجم) اور مسائل السلوک سے بھی یہ بات دل میں پیوست ہوگئی کہ شریعت میں طریقت ہے اور طریقت میں شریعت۔ دیگر ہیچ اس کے سوا جس نے کچھ کہا وہ یا شریعت کو نہیں جانتا یا طریقت سے ناواقف ہے۔

کتب تصوف | سلوک کی کتابوں میں سراج طوسی کی کتاب اللمع محاسبی کے رسائل خصوصاً رسالۃ المسترشدین عبد اللہ انصاری ہروی کی منازل السائرین ابو طالب مکی کی قوت القلوب امام قشیری کا رسالۃ القشیریۃ علی ہجویری کی کشف المحجوب، امام غزالیؒ کی احیاء العلوم (مع تخریج عراقی) و کیمیائے سعادت، شیخ سہروردی کی عوارف المعارف، حضرت شیخ جیلانی کی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، یحییٰ منیری کے مکتوبات، سیدی نظام الدین اولیاء کے فوائد الفواد۔ ابن عربی کی فصوص الحکم و فتوحات مکیہ۔ مولوی رومی کی مثنوی معنوی، ابن قیم کی مدارج السالکین الوابل الصیب وغیرہ۔ امام شعرانی کی کتابیں مجدد سرہندی کے مکتوبات۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں خصوصاً قول الجمیل۔ تفہیمات الٰہیہ کے بعض مقامات۔ حجۃ اللہ البالغۃ مباحث احسان وغیرہ شاہ اسمٰعیل شہید کی صراط مستقیم و عبقات۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی جملہ تصنیفات اور ان کے سلسلۃ الذہب سے منسلک مشاہیر اکابر متقدمین و متاخرین کی صوفیانہ کتابیں اور دیگر ائمہ سلوک کی مہم کتب و اسفار اسلامی سلوک کا بیش بہا سرمایا ہے۔

گو سلوک سراپا عمل ہے۔ تاہم علمی اعتبار سے ان اساطین صوفیہ کی کتابیں اسلامی سلوک کی حقیقت کو عہد بعہد کی فکری تاریخ سے ایک گونہ آگاہ کر سکتی ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ تصوف کے بارے میں علمی معلومات کا انبار کفایت نہیں کرتا بلکہ کسی شیخ کامل کی تربیت اور عملی محنت و کوشش منزل تک پہنچاتی ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے ؎

صد کتاب و صد ورق را در نار کن     قلب خود را جانب دلدار کن

---

۱؎ مکتوب صد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرۃ الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کی برکات کا اثر ہے۔ کہ ان کے انتساب کی وجہ سے یہ " بدنام کنندہ نکو نامے چند " بر کوچک کی بعض عظیم دینی و علمی شخصیتوں کی نظر کرم الطاف و توجہات کے قابل ٹھہرا۔ (والحمد للہ علی ذالک)

مولانا عبدالباری ندوی | ان میں پہلے بزرگ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رفیق قدیم حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ و مجاز بیعت قدیم و جدید فلسفہ کے ماہر ہمارے مخدوم و محترم حضرت مولانا عبدالباری ندوی مدظلہ ہیں، جن کی کتابوں کا تجدیدی سلسلہ ___ تجدید تصوف و سلوک، تجدید دین کامل، تجدید تعلیم و تبلیغ، تجدید معاشیات ___ علوم اشرفیہ کی ترجمانی و وضاحت میں اور اپنی افادیت میں بے مثل ہے اور جدید طبقہ کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے علوم کی کلید ہے۔ حضرت موصوف کی ان چاروں کتابوں سے بندہ فیضیاب ہوا۔

" سورہ والعصر کی تفسیر " اپنے رنگ میں لاجواب ہے۔ فریضہ تبلیغ و دعوت پر خاصہ کی چیز اور ہر مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے۔

" مذہب و سائنس " تو مولانا کا شاہکار ان کی قدیم و جدید علوم سے واقفیت کی شاہد اور سائنسی علوم سے مرعوب اشخاص کے لئے نادر تحفہ ہے۔

عبدالماجد دریا بادی | دوسری شخصیت حضرت سیدی قدس سرہٗ کے صدیق حمیم اردو کے صاحب طرز منفرد ادیب، صدق کے مدیر شہیر مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا بادی مدظلہ کی ہے۔ مذاہب عالم اور عصری علوم پر ان کی نگاہ بہت گہری و ہمہ گیر ہے۔ مشرقی و مغربی علوم سے یکساں بہرہ ور ہیں جس پر ان کی تفسیر (انگریزی[1]) اور اردو اور صدق کی نگارشات شاہد ہیں۔

یوں تو صدق اور صاحب صدق کی تحریریں[2] مدتوں سے قلب و نظر کی بالیدگی اور ادبی ذوق کی پاکیزگی کا سبب بنتی رہیں۔ اور ان کی اکثر دینی و ادبی کتابوں سے استفادہ کیا۔ لیکن مولانا کی جس تصنیف نے ابتدا

---

[1] تفسیر ماجدی (انگریزی) دینی لٹریچر کا ایک گرانمایہ سرمایہ۔ قابل قدر علمی کوشش۔ قرآن کے " معین " " مصدقاً لما معھم " ہونے پر دلیل ناطق اور برہان قاطع ہے۔ تفسیر میں دیگر ادیان کے صحف و کتب سے قرآنی آیات کے شواہد اور ہم معنی آیتیں اس قدر کثرت سے نقل کر دی گئی ہیں۔ کہ استقصاء پر حیرت ہوتی ہے۔ تقابل ادیان اور اہل کتاب کے صحف سے موازنہ اور ان کی شہادتوں سے قرآن کی سچائی کا ثبوت خاصہ کی چیز ہے۔ غالباً تفسیری ادب اس قسم کی نظیر سے خالی ہے۔

[2] سوائے ان کے ایک معلوم تفرد کے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں متاثر کیا وہ سفرنامہ حجاز ہے۔ باوجود والہانہ عقیدت و محبت، قلبی واردات، عالمانہ حزم و احتیاط، دینی حقائق، فقہی مسائل، صوفیانہ نکات، سفری معلومات، قیمتی مشوروں، سنجیدہ و دردمندانہ تبصروں کا عجیب و حسین امتزاج ہے۔ طرزِ بیان دلکش و رواں۔ انشائے ماجدی کا اعلیٰ نمونہ۔ ہر ذوق کے قاری کے لئے وافر مواد مہیا ہے۔ شروع کیجئے تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہ چاہے گا۔ مولانا کی باقیات صالحات میں یہ سفرنامہ ان شاء اللہ اونچا مقام پائے گا۔ کتاب کا مقدمہ حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کا لکھا ہوا اور سلیمانی جامعیت و ادبیت کا مرقع۔

دوسری کتاب "حکیم الامت" ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سوانح عمریاں لکھی گئیں۔ لیکن قلمِ ماجدی نے حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے جو حکیمانہ نقوش، والہانہ خاکہ پر شیفتہ سراپا کھینچا ہے۔ اسلوبِ بیان طرز اور پیشکش میں اچھوتا مقام رکھتا ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کی دلبرانہ زندگی، قلندرانہ ادائیں، علمی ذوق، ادبی مذاق، تربیت و تنقید رسی، پاسداریٔ حقوق، رعایت جلیس، نرمی و محبت، ضبط اوقات و نظم معمولات ----- "بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست" کی جو تصویر "حکیم الامت" میں دکھائی دیتی ہے دلکشی و زیبائی کی بہترین تمثال ہے۔

تیسری کتاب "محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق" ہے۔ زندگی میں جن چند کتابوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ یہ کتاب ان میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کہ ماجدی کو محمد علی کا نام ہی گویا وجد میں لے آتا ہے۔ مولانا کا شدتِ تاثر ہر لفظ سے جھلکتا ہے۔ کاغذ پر الفاظ کی بجائے دردِ دل اور خونِ جگر عجب بے تابانہ انداز میں بکھرا دکھائی دیتا ہے۔ شاید کوئی منظوم مرثیہ اتنا دردناک اور کرب انگیز ہو۔ جتنے محمد علی (جوہر) کی زندگی کے یہ سادہ و منثور واقعات۔ محمد علی کا حرف حرف اور نقطہ نقطہ دل میں اتر جانے والی نصیحت۔ درسِ بصیرت اور مرقعِ عبرت ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کو زندگی میں جن محرومیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کی کامیاب موت کے بعد سیرتِ جوہر کی یہ معجز نما نقاب کشائی اس کی مابعد الموت کامرانیوں کا ایک حصہ ہے۔ اور شاید اس کے شعر

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

کی جیتی جاگتی تعبیر ہے۔

صاحب صدق کے یہ جواہر پارے جوہر کے حق میں "لسان صدق فی الآخرین"

---

لہ ایضاً ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵ اعداد اس کے منتخبہ تو شیامت ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجعلها کلمة باقیة فی عقبہ لعلّھم یرجعون کے مصداق ہوں گے۔

ناسپاسی ہوگی اگر مولانا دریابادی کے مرتب کردہ مکتوبات[1] سلیمانی کا یہاں تذکرہ نہ کیا جائے۔ محشی مکتوبات کے اس مجموعہ میں برصغیر کے مسلمانوں کی چالیس سالہ علمی وادبی دینی وسیاسی تاریخ کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ مولانا کی یہ علمی وادبی خدمت وابستگان دامن سلیمانی پر ایک عظیم احسان ہے۔

ابوالحسن علی ندوی | اس سلسلہ میں تیسری شخصیت مخدوم ومحترم حضرت مولانا ابوالحسن علی الندوی کی ہے۔ جو اپنی جلالت شان علمی ونظری خدمات دینی اور دعوتی سرگرمیوں کی بنا پر عرب وعجم میں یکساں مقبول اور عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔ ان کی کتابیں متعدد مشرقی ومغربی زبانوں میں ترجمہ ہوکر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہیں۔ اردو عربی دونوں زبانوں پر یکساں مہارت وعبور[2] ہے ـــــ عربی میں ایک

---

[1] فقیر کا دونوں جلدوں پر تبصرہ صدق جدید لکھنؤ کے شماروں میں شائع ہوچکا ہے۔ حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی کے مولانا دریابادی کے نام مکتوبات کا یہ مجموعہ مولانا موصوف نے فقیر اور دیگر دوستوں کے اصرار پر اپنے مفصل حواشی کے ساتھ مرتب فرمایا۔ ادبی تاریخ میں دو نادرۂ روزگار ادیبوں اور فاضلوں کو باہمی مکاتبت کا اتنا طویل زمانہ شاید ہی ملا ہو۔ مکتوبات کا یہ مرقع دو عظیم وشریف دوستوں کی چالیس سالہ رفاقت ومودت کی حسین روداد ہے [illegible] بیش بہا علمی، ادبی، تاریخی فوائد پر مشتمل ہے۔

[2] علی الطنطاوی نے خوب کہا ہے:

ولقد کنت اعجب حین اقرا لابی الحسن فأجد لرجل من الھند ھذا الاسلوب البلیغ وھذہ الاصالة وھذا الطبع ثم زال العجب لما ظھر السبب وعلمت ان ابا الحسن عربی صریح صحیح النسب کالاصبھانی مؤلف الاغانی والابیوردی الشاعر وھما قریشیان امویان، والفیروزآبادی صاحب القاموس وان غیر عربیتہ متواترة مستفیضة فی الھند ممن ھا جاء ھذا البیان الذی قل نظیرہ فی ھذہ الایام۔

وقل لیشتغل غیر العربی بعلوم العربیة حتی یکون اماماً فیھا فی اللغة والنحو والصرف والاشتقاق وفی سعة الروایة بل ان اکثر علماء العربیة کانوا فی الواقع من غیر العرب ولکن من النادرات یکون فیھم من لہ مثل ھذا (الذوق الادبی) الذی نعرفہ لابی الحسن فلولم تثبت عربیتہ بصحة النسب ثبتت باصالة الادب۔ (المسلمون فی الھند ص۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاص و دلنشیں اسلوب نگارش سے موجود ہیں۔ یہ طرز تحریر عربی ادب ثانیہ کی ایسی مصنف ہے جس میں دینی علوم کمال فصاحت و بلاغت و عمدہ نمایاں ہیں، جدید و قدیم طبقہ کے سامنے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ علی میاں کی زبان میں عذوبت و حلاوت۔ درد و سوز، بلندیٔ فکر، داعیانہ ولولہ، عاشقانہ جذب۔ مورخانہ تحقیق، عالمانہ احتیاط حکیمانہ دانش، ادیبانہ رعنائی، ساحرانہ تاثیر پائی جاتی ہے۔ وہ خود سراپا سوز و درد ہیں۔ ان کا خمیر محبت و نرمی طینت سے عبارت ہے۔ علم و تقویٰ نے ان سے فروغ پایا ہے اور جامعیت علوم کی مسند ان سے مزین ہے۔ مشرق و مغرب کے دینی و عصری تقاضوں اور جدید طبقے کے نبض آشنا ہیں۔ ان کی تحریر دلوں کے اندر اتر جاتی ہے۔ اور بیک وقت دل و دماغ دونوں کی تسلی کا سامان مہیا کر دیتی ہے۔

مولانا موصوف کی جس کتاب نے سب سے پہلے گھائل کیا۔ وہ سوانح مولانا الیاس ہے۔ جو بار بار پڑھی اور ہر مرتبہ قلب و روح نے لطف تازہ پایا۔ ایک مرد حق آگاہ جس کی زندگی سے

مسلمانی غم دل در خریدن ۔۔۔ چو سیماب از تب یاراں تپیدن
حضور ملت از خود در گذشتن ۔۔۔ بگر بانگ انا الملت کشیدن

کا مثلی نمونہ تھی۔ اس کا سراپا و سوانح ایک داغدار قلم نے آب دیدہ و خون جگر سے لکھا ہے۔ کمال یہ ہے کہ جذبات کا تلاطم اور جوش محبت کتاب کی سنجیدگی نفاست و ہوش پر غالب نہیں آیا۔ سچ ہے

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام سنداں باختن

دوسری کتاب تاریخ دعوت و عزیمت ہے جو امت مسلمہ کے لافانی کمالات، جاودانی اثرات، دائمی ثمرات بار آور مزاج، مثمر فطرت اور زرخیزی زمین کا بیّن ثبوت ہے

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

حضرت علی میاں مدظلہ نے یہ کتاب لکھ کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے[2]۔ اسلامی

---

[1] کتاب کا مقدمہ سیدی الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ کے ایجاز رقم کا اعجاز ہے۔

[2] اسلامی دینی علمی و معاشرتی تاریخ سے ناواقف (شاہی خانوادوں کی تاریخ کی سرسری شدبد رکھنے والے) اپنی بے بصری سے "عصر سعادت" کے بعد اسلام کے زوال کا ایسا نقشہ کھینچتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوت و عزیمت کے اعاظم رجال اپنے ماحول میں جن فتن و آزمائشوں سے دوچار ہوتے اور انہوں نے اپنی خداداد بصیرت و ذہانت علم و معرفت للہیت و تقویٰ، بیداری و عزم، قربانی و فتوۃ سے تاریخ کے مختلف ادوار میں امت کی شکستہ صفوں کو ثبات بخشا، ان کی رہنمائی کی اور اسے ساحلِ مراد تک پہنچایا۔ وہ امت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص، امت کی فضیلت اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ ہے۔ اس اعجاز و کمال کا ایک زندہ و پرشور، جاندار و پرسوز محرک عمل و مفید علم مرقع و مجموعہ ایک سنجیدہ و سنجیدہ قلم کے ہاتھوں مرتب ہوگیا ہے جس کے مطالعہ سے امت کی بقا و ترقی کے بارے میں یاس و قنوطیت کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اور مستقبل میں بھی رحمتِ الٰہیہ سے ایسے نفوس قدسیہ کے پیدا ہونے کی امید پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ یہ امت لافانی، یہ دین ابدی ہے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون۔

تیسری کتاب سوانح مولانا عبد القادر رائپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی ہر سطر کسی سوختہ سامان دل و درد قلب اور سینہ بریاں کی پکار ہے۔ علی میاں نے اپنے شیخ کو محض ذاکر شاغل بزرگ اور زاہد مرتاض کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ نہ ہی ان کی کرامات حسی کا تذکرہ کیا۔ بلکہ اپنے شیخ عالی مقام کی بصیرت فن، اعتدالِ مسلک، وسعت قلب و جامعیت، حقائق بینی و مہارت سلوک اور تربیت کے غوامض و دقیقہ رسی کا بیان اس انداز سے فرمایا ہے۔ کہ دل و دماغ، نفس و روح، سیراب و شاداب ہوجاتے ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات بتاتے ہیں کہ ہمارے بوریا نشین گلیم فقر میں کس طرح مختلف طبقات کے دلوں پر شاہی کرتے تھے اور معاشرہ پر اثر انداز ہوتے تھے۔ سچ ہے

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
وہ سپہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

---

گویا (خاکم بدہن) اسلام کے ان نادان دوستوں کے نزدیک خلافت راشدہ کے بعد اسلام کا اپنا پیام و نظام چلن و دعوت ختم ہی ہوکر رہ گئی۔ حالانکہ خلافت راشدہ کا خاتمہ اسلام کے "معیاری اور نمونہ" کے دور کا اختتام تھا۔ ملوکیت سے اسلام نہیں مٹا۔ صرف اسلامی آئین کی ایک دفعہ اپنی جگہ سے ہٹی، جسے مسلمانوں نے آسانی سے برداشت نہیں کیا۔ واقعہ کربلا واقعہ حرہ، نفس زکیہ کا خروج وغیرہ اس احتجاج کا رنگین ثبوت ہیں۔ امت کا عمومی دینی مزاج باقی رہا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رواں دواں رہے گا۔

[1] اس کتاب کے تین حصے شائع ہوچکے ہیں۔ کاش چوتھا حصہ جو مجدد سرہندی اور ہندوستان کے متاخرین ارباب دعوت عزیمت پر مشتمل ہوتا شائع ہوجاتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چوتھی کتاب سیرت سید احمد شہید ہے۔ امیر المومنین فی الہند مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید (رائے بریلوی) ہماری بزم رفتگان کے گوہر شب چراغ قافلہ سالار جہاد و حریت کے علم بردار ناموس شریعت کے پاسبان تھے۔ امیر شہید اور امام شہید (سید اسمٰعیل شہید) کے کارناموں میں صحابہ کی جیداری و فدائیت، اخلاص و تقوی اور اتباع شریعت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ آہ!

درمیان کارزار کفر و دین      ترکش ما را خدنگ آخرین

انگریز نے اپنے استعماری مفادات کے پیش نظر ان کی مخالفت کا ایسا صور پھونکا کہ ہما شما بیگانے تو بیگانے اس کی آواز میں گم ہو گئے۔ اور مظلوم امیر شہید کو (سوائے ایک مخصوص حلقے کے) غیر تو کیا اپنوں نے بھی ہدف ملامت بنایا۔ خدا کا شکر ہے کہ انہیں کے خاندان کے ایک فرد فرید کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ اور انہوں نے امیر شہید اور ان کے رفقاء پر سے گرد و غبار کے تو بر تو پردوں کو ہٹایا۔ اور ان کی عظمت جس کے سامنے بالاکوٹ کی بلندیاں پست ہیں دنیا کے سامنے ظاہر ہو گئی۔ فقیر کے علم میں سید احمد شہید پر حضرت علی میاں اور مولانا غلام رسول مہر کی کتابوں سے بہتر کتابیں نہیں لکھی گئیں۔

یوں تو مولانا موصوف کی ہر کتاب قابل قدر، مفید اور وقتی تقاضوں کے مطابق ہے۔ سب کتابوں پر گفتگو اس مختصر مقالے میں نہیں ہو سکتی۔ تاہم اسلامی ممالک میں اسلام و مغربیت کی کشمکش کی اہمیت کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ موجودہ دور میں نقشہ افرنگ نے اپنی ہوش ربائی، کر و کید، ظاہری چمک دمک، مادی ترقیات سے جس طرح اسلامی ممالک کو مسحور کیا ہے اور انہیں اپنی راہ پر لگا دیا ہے مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے عظیم المیہ ہے۔ اس کتاب میں مختلف رخوں سے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ کتاب قابل دید و لائق داشت ہے۔ اس طرح ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین کا اردو ترجمہ "مسلمانوں کے عروج و زوال کا دنیا پر اثر" اپنی نوع کی منفرد کتاب اور مصنف کی دیدہ وری تاریخ دانی بصیرت اور فکر و بینی کا ثبوت اور ان کی زندگی کا روشن کارنامہ ہے۔[2]

ردۃ ولا ابابکر لہا۔ کا ترجمہ "موجودہ طوفان اور اس کا مقابلہ" ایک نہایت اہم وقیع اور پراثر

---

[1] برکوچک ہند و پاک کے ضمن میں حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مساعی کا تذکرہ کا فقدان طبیعت پر گراں ہے جس کا تذکرہ فقیر نے مصنف علام سے کر دیا ہے۔

[2] کتاب کا انگریزی ترجمہ ISLAM AND THE WORLD بھی فقیر کی نظر سے گزرا ہے۔ خوب ہے اور ہر جدید تعلیم یافتہ کے پڑھنے کے لائق۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقالہ ہے جس کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے[1] اقبالؒ نے اپنی غزل کے بارے میں کہا ہے ۔

میں کہ میری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو!
خون دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

یہی بات علی میاں کی نثر پر صادق آتی ہے کہ ان کی تحریر میں ان کے درد مند دل کے ٹکڑے اور سوختہ جگر کا لہو شامل ہوتا ہے ۔ ان کی ہر کتاب علم و ادب کا قیمتی سرمایہ ہے ۔ دین و دانش کا خزینہ ۔ عشق و عقل کا آمیزہ اور قدیم و جدید کا سنگم ہوتی ہے ۔ ان کی تحریر کے یہ جوہر سب سے زیادہ ان کی جدید اور قابل فخر بلکہ شاہکار کتاب الارکان الاربعہ میں چمکے کھلے اور نکھرے ہیں ۔ یہ کتاب ادب[2] و انشاء کا بہترین نمونہ ۔ حرف و معنی کا اعجاز ۔ واردات قلبی اور دلائل عقلی کا حسین امتزاج اور بیک وقت دل و دماغ کی طمانیت و تسلی کا سامان ہے ۔ دیگر مذاہب سے عبادات اسلامی کا موازنہ اور اسلامی عبادات کی خوبی و فوقیت پر استدلال ---- جدید و قدیم دونوں طبقات کے لئے برہان ساطع و دلیل قاطع امید ہے کہ علی میاں مدظلہ کی یہ کاوش احیاء العلوم الدین (غزالی) اور حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ) کے پہلو بہ پہلو حیات جاوید پائے گی ۔ اور حقانیت دینی کا روشن مینار بنی رہے گی ۔

ابوالحسن علی الندوی مدظلہ کی عربی کتابوں میں الارکان الاربعہ اور "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کے علاوہ الطریق الی المدینۃ ، ربانیۃ لا رہبانیۃ ، روائع اقبال ، حدیث مع الغرب ، الصراع بین الایمان والمادیۃ مذکرات سائح فی الشرق العربی ، المسلمون فی الہند ، نزہۃ الخواطر (ہشتم) وغیرہ اور دیگر کئی چھوٹے کتابچے نظر سے گذرے ۔ ہر کتاب ان کی تحریر کے خصوصی امتیازات کی حامل ان کی بے چین روح اور پرسوز دل کی پکار ہے جس کا بنیادی مقصد احیاء دینی اور ملت کی

---

[1] اس مقالہ پر فقیر کے تاثرات صدق جدید لکھنؤ میں پانچ قسطوں میں شائع ہوئے تھے ۔

[2] تاریخ ادب کا یہ المیہ ہے کہ بہت سے عظیم ادیب جن کے ادبی شاہپارے زبان و ادب کا اعلیٰ نمونہ تھے ۔ "بزم ادب" اور "ادیبوں کی محفل" میں اس لئے جگہ نہ پا سکے کہ وہ علم و تقویٰ کی مجالس کے بھی رکن رکین تھے ۔ اور "روایتی ادیبوں" کا جامہ پہن کر نہیں آئے تھے ۔

[3] بعنیفہ : ۱۳۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے حج کی سعادت نصیب فرمائی ۔ اس سفر میں بحمد اللہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نشاۃ ثانیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور امت کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

بندہ شملہ میں والد مرحوم کے ساتھ مقیم تھا۔ جون ۱۹۴۱ء کی کوئی تاریخ تھی۔ کہ میرے بڑے بھائی محمد اکرم صاحب اپنے دفتر کی لائبریری سے رسالہ معارف اعظم گڑھ لے کر آئے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اردو کے سب سے وقیع رسالہ پر نگاہ پڑی کاغذ و طباعت کی نفاست سے نگاہوں نے لذت پائی۔ رسالہ پڑھا۔ بار بار پڑھا۔ اتنا متاثر ہوا کہ تقریباً پورا رسالہ بیاض میں نقل کر لیا۔ رسالہ معارف پر تو بعد میں گفتگو ہو گی۔ یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس رسالہ میں پہلی مرتبہ متکلم وقت مناظر اسلام حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون "تدوین حدیث" کی ایک قسط نظر سے گذری۔ مولانا کی ہر بات دل میں گھر کرتی چلی گئی۔ جو مصنف کے اخلاص و صداقت کی دلیل تھی۔

ادھر کہتا گیا وہ ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعویٰ باطل میں

وہ پہلا دن تھا کہ مولانا گیلانی کی تحریر کا اشتیاق پیدا ہوا۔ پھر ان کی ہر تحریر جہاں بھی میسر آئی شوق و ذوق سے پڑھتا رہا۔ مولانا کا سیلان علم و ذوق افادہ اپنی تحریر میں رسمی حدود و قیود تصنیف کا پابند نہ تھا کہ بقول اقبال ؒ ہے

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات

---

حج سے قبل مدینہ طیبہ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام رہا۔ دیگر بزرگوں کے علاوہ حضرت علی میاں کی صحبتوں سے بھی استفادہ کا موقع ملا۔ ان دنوں وہ اپنی کتاب الطریق الی المدینہ مرتب فرما رہے تھے۔ حج کے بعد جب جدہ پہنچا تو دل نے کہا ـــــــ لیوپولڈ اسد نے الطریق الی مکہ (ROAD TO MECCA) لکھی۔ علی میاں نے الطریق الی المدینہ مرتب فرمائی۔ تم الطریق الی الجہنم یعنی الطریق الی المغرب لکھ ڈالو کہ حقیقتاً "تہذیب مغرب" الطریق الی الجہنم ہے۔ کہ اس کی بنا و نشو و نما "شہوات" پر کلیۃً مبنی ہے اور حدیث پاک میں وارد ہے۔ حفت النار بالشہوات (جہنم شہوات سے ڈھکی ہوئی ہے۔ یعنی جہنم میں دخول شہوات کی بنا پر ہے) اس خیال کا آنا تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن اپنے تمام بے خدا و بے حیا مناظر کے ساتھ نگاہوں میں آگیا۔

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی افتادِ طبع [illegible] علوم و مسائل۔ رموز و دقائق، نکات و حقائق کو پیش کرتی چلی جاتی ہے گویا ایک مخلص و شفیق معلم کی طرح اپنے علم کے بحرِ زخار سے قاری کی تشنگی کو ایک ہی بار بجھا دینا چاہتے ہیں۔ اور اسے وہ سب کو دکھا دینا چاہتے ہیں جو ان کی بصیرِ نگاہ کے سامنے ہے۔ اور اسے ہر وہ بات بتا دینا چاہتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں۔ اس بارے میں ان کے ہاں صبر و امساک و تحمل تاخیر درمیش بھی گناہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے انکی تحریر کی سطروں میں بھی ایسے علمی نکات مل جاتے ہیں جن تک عام رسائی مشکل ہے۔ ان کی ہر بات ان کی وسعتِ مطالعہ، عمقِ علم، دقیقہ رسی حقائق بینی، بصیرت دینی، ژرف نگاہی پر دلالت کرتی ہے۔ اسلوب بیان میں اطناب کے بادشاہ ہیں۔ افادہ کا دریا ہر وقت متلاطم رہتا ہے اور سیل معانی اپنی روانی میں موتی بکھیرتا جاتا ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

مولانا گیلانی کی کتابوں میں النبی الخاتم، تدوین حدیث، اسلامی معاشیات، مقالات احسانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، سوانح قاسمی خاص کی کتابیں ہیں۔ مولانا گیلانی کے جو مقالات مختلف رسائل میں چھپتے رہے ہیں اگر وہ یکجا مرتب ہو جاتے تو ایک مفید علمی خدمت ہوتی۔ مولانا گیلانی طرزِ قدیم کے پروردہ اور جدید تقاضوں سے آشنا تھے۔ اس لئے ان کی تحریر قدیم و جدید دونوں طبقات کے لئے مفید ہے۔ بہرحال مولانا گیلانی نے جو ورثہ تصانیف چھوڑا ہے وہ ملت کا قیمتی سرمایہ ہے جس سے کوئی شخص مستغنی نہیں رہ سکتا۔

**حضرت شاہ ولی اللہ صاحب** | حجۃ اللہ فی الارض افضل المحققین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں میں حجۃ اللہ البالغۃ، البدور البازغۃ، ازالۃ الخفاء، تفہیمات الٰہیہ، الفوز الکبیر، الخیر الکثیر، فیوض الحرمین، القول الجمیل وغیرہ ذہن و قلب کی بالیدگی کا سبب بنتی رہی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے قرآن و حدیث، فقہ و کلام، تصوف و فلسفہ کے آمیزہ سے اپنی منفرد راہ نکالی ہے جس میں یہ سب علوم باہم ربط لئے ہیں۔ شاہ صاحب کے علوم سراپا موہبت و عطا و القاء ربانی ہیں جن میں کسب کا دخل کم اور واردات الٰہیہ اور توفیق ربانی کی رہنمائی زیادہ ہے۔ ملاء اعلیٰ کا فیضان ان کی ہر تحریر سے امنڈتا دکھائی دیتا ہے۔ شاہ صاحب علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں کے شاہسوار و امام ہیں۔ اس لئے آپ نے علوم نبویہ کی توفیق ربانی سے جو تشریح فرمائی ہے۔ اور جن رموز و حقائق کو کھولا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جن اسرار و حقائق کو فاش فرمایا ہے وہ بیک وقت دل و دماغ عقل و وجدان کو مطمئن کر دیتے ہیں۔
حضرت شاہ صاحب کی کتابیں "جلوتیان مدرسہ" اور "خلوتیان میکدہ" دونوں کے لئے مفید اور سامان
تسلی ہیں اور اقبال کے اس شعر کی مصداق ہیں سے

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو! عشق حضور و اضطراب

علم اسرار دین ایک غامض اور ادق فن ہے جو "دانش برہانی" سے زیادہ حکمت ایمانی اور
"نور عرفانی" کا محتاج ہے۔ امت میں اس فن کے ماہر اہل کی جو گنی چنی محدود ہستیاں گذری ہیں ان کے
ائمہ میں حضرت شاہ صاحب کا نام بے تکلف لیا جا سکتا ہے۔ حکمت ولی اللہی نے شریعت کے جن
غوامض کو کھولا ہے اور جیسی تشریح فرمائی ہے۔ اس کی مثال نایاب نہیں تو کمیاب و شاذ ضرور ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ولی اللہی حکمت و عرفان کا شاہکار۔ ان کی مجددیت کا امتیاز۔ اور اسلام کے
عظیم کتب خانہ کا کوہ نور ہے۔ اپنی طرز کی پہلی اور آخری کتاب ہے۔ شریعت کے اصول و فروع
کے اسرار و حقیقت پر ایسی جامع حکیمانہ اور پر مغز کتاب کی نظیر شاید ہی مل سکے۔

ازالۃ الخفاء کا موضوع گو خلفائے ثلاثہ کی حمایت ہے۔ لیکن حقیقتاً خلافت اسلامیہ اور
اسلامی سیاست و طرز حکومت کی حقیقت اور اس کے رموز و دقائق پر اس سے گہری کتاب فقیر کے
محدود علم میں نہیں۔ کتاب میں بے شمار علمی حقائق و نکات ضمناً آگئے ہیں۔

الفوز الکبیر اصول تفسیر پر ولی اللہی ذوق و بصیرت کا عمدہ نمونہ ہے۔ خیال ہے کہ شاہ صاحب
نے اس کتاب میں الاتقان (سیوطی) اور برہان (الزرکشی) سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔

القول الجمیل تفہیمات الٰہیہ۔ فیوض الحرمین اور دیگر کتابوں میں بھی حکمت ولی اللہی کے جواہر بکھرے
پڑے ہیں۔ حضرت کی تصوف پر کتابیں ہمعات سطعات وغیرہ عام اذہان کی سطح سے بلند ہیں۔
حضرت شاہ صاحب اصلاً ایک عظیم محدث، قرآن کے مترجم اور صوفی ہیں۔ اس لئے اپنی کتابوں میں
انہوں نے جن خاص اصطلاحات کو استعمال کیا ہے وہ سب کتاب و سنت سے مستنبط ہیں۔ شاہ
صاحب کی خدمت حدیث کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اجمالاً کہا جا سکتا ہے
کہ تحریری خدمات حدیث کے علاوہ اس شجرہ طوبیٰ کا سایہ درساً اور سنداً عالم پر محیط ہے۔
ڈاکٹر اقبال؟ سن شعور کی ابتدا تھی۔ فضا حکیم شاعر ڈاکٹر اقبال کے نغموں سے پرشور تھی۔
مسلمانان ہند ان کی شعلہ نوائیوں سے نئی زندگی پا رہے تھے۔ اور اسلامیان برکر چک کے درماندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قافلہ کے لئے ان کا پر درد کلام بانگِ درا اور ان کی ہر صدا آواز رحیل تھی۔ بچہ بچہ کی زبان پر ان کے اشعار رواں تھے۔ طبیعت نے اثر لیا۔ بانگِ درا کی متعدد نظمیں حافظہ میں مرتسم ہوگئیں۔ اور اقبال شعر و سخن کی عبقری شخصیت اور اسلامی اقدار کے داعی کی حیثیت سے دل و دماغ پر چھا گیا جب ہوش و آگہی نے پر و بال نکالے تو بالِ جبریل اپنی پسندیدہ کتاب تھی۔ متعدد بار پڑھی۔ ہر بار دل و دماغ نے اثر لیا۔ متعدد غزلیں، ساقی نامہ، مسجد قرطبہ، طارق کی دعا، ذوق و شوق وغیرہ ازبر ہوگئیں۔ اسی زمانہ میں ضربِ کلیم پڑھی۔[1] سن کی پختگی نے اقبال کے فارسی کلام کی طرف متوجہ کیا۔ اسرار و رموز۔ زبورِ عجم۔ جاوید نامہ، پیامِ مشرق، ارمغانِ حجاز، مسافر، اور پس چہ باید کرد۔ متواتر نظر سے گذرتی رہیں۔ آج بھی اقبال اپنی تازگی اور اثر انگیزی میں جوان اور دل و دماغ کی تسکین کا سامان ہے۔

اقبالؒ اوّل و آخر اسلامی شاعر ہے۔ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی دینِ حق کا داعی اسلام کی عظمتِ رفتہ کا متلاشی ہے۔ اس کا قلب مضطر، اس کی فکر بلند، اس کی آرزوئیں اور تمنائیں، اس کی خلوت و انجمن کا گداز اور اس کے دیدۂ تر کی بے خوابیاں دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور قرونِ اولیٰ کے نقشہ کو دیکھنا چاہتی ہیں۔

اقبالؒ کا کلام اسلام کی محبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق امت کے درد و فکر، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے احساس اور تجدیدِ ملت کے جذبہ کے آمیزہ سے تیار ہوا ہے۔ جسے انکی مشرقی و مغربی علوم پر دسترس، حکمتِ ایمانی، دانشِ برہانی اور جذب و شوق کی فراوانی نے جلا بخشی ہے۔ فقیر کے نزدیک اقبال کا شاعرانہ محاسن اسلام کے بارے میں آتنا احساس اور جذباتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ہر چھوٹی بڑی چیز دلکشنگ ان کا "شاعرانہ تجربہ، کیفیت" (POETIC EXPERIENCE) بن کر ان کی زبان کو گوہر بار کر دیتی ہے۔

اقبال مشرق و مغرب کے علوم سے بہرہ مند ہوتے۔ حکمتِ مغرب کے وہ آشنا اور ماہر نقاد ہیں ؎

فریبِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں     کہ اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

---

[1] تقسیم ہند سے پیشتر مسلمانوں کے تشخص اور ملی ذہن کی ساخت میں اقبالؒ کا بڑا حصہ ہے۔
[2] مکتوباتِ اقبال "اقبال نامہ" بھی اسی وقت نظر سے گزرا جو اقبال کے سمجھنے کے لئے مد ثابت ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی زندگی کا کارنامہ مسلمانوں اور خصوصاً نژادِ نو کو تہذیبِ حاضر کے مضر اثرات سے آگاہ اور اس کا تریاق اسلام میں بتانا ہے۔ انہوں نے مغرب کو ایک بصیر نگاہ سے جانچا اور پرکھا اور پھر پکار اٹھے ــ

مے از میخانۂ مغرب چشیدم — بجانِ من کہ دردِ سر خریدم
نشستم با نکویانِ فرنگی — ازاں بے سود تر روزے ندیدم

اقبال دانشِ مغرب کے محرم ہیں لیکن اس سے مسحور و متاثر نہیں ــ

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ان کا پیام اسلام کی دعوت اور پاکانِ امت کے افکار کا چربہ ہے ــ

شنیدم آنچہ از پاکانِ امت — ترا با شوخیٔ رندانہ گفتم

اقبال کے خیالات کی وسعت و گہرائی اسلام کے "بے حدود و بے ثغور" عالمگیر و ہمہ گیر ادبی سرمایہ کا فیض ہے۔ جسے اقبال کی بلند و حکیمانہ نگاہ نے عصرِ حاضر کے لئے اپنے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یوں تو اقبال کے ماخذ بے شمار ہیں۔ لیکن رومی کا اثر اور چھاپ ان کے کلام پر بہت نمایاں ہے۔ جس کا اظہار وہ بار بار کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ــ

چو رومی در حرم دادم اذاں من — ازو آموختم اسرارِ جانِ من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن او — بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں من

اقبالؒ کے سمجھنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے دینی و ادبی سرمایہ کی معتد بہ واقفیت ضروری ہے۔ ان کی اپنی اصطلاحات ہیں جو اکثر اسلامی ادبی و دینی پس منظر رکھتی ہیں۔ جدید تعلیم جو ملی اور دینی تقاضوں کے پورا کرنے سے قطعاً قاصر ہے۔ اقبال سے استفادہ کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ آج اقبال اپنے ملک میں ناآشنا ہے۔ کہ "یارانِ محرم" سے محروم ہے۔ بلکہ یہ بات برملا کہی جا سکتی

---

۱ طلسمِ علمِ حاضر را شکستم — ربودم دانہ و دامش گسستم
خدا داند کہ مانندِ براہیم — بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم

۲ من اندر مشرق و مغرب غریبم — کہ از یارانِ محرم بے نصیبم
غمِ خود را بگویم با دلِ خویش — چہ معصومانہ غربت را فریبم
چہ پرسی از مقاماتِ نوایم — ندیمان کم شناسد از کجایم
کشادم رخت [illegible] — کہ اندر خلوتش تنہا سرایم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ آج اقبال منظوم [illegible] ہر ایک ... ان کی دون فطرتی اور کم نگہی اور دین باختگی کو اقبال سے منسوب کر رہا ہے۔ خصوصاً سوشلزم کے نام نہاد دعویدار اسے اپنی صفوں میں شمار کروانے کی سعی نامسعود میں مشغول ہیں۔ کاش پاکستان میں اقبال کے پیام کی صحیح ترجمانی و اشاعت ہو جاتی ——۔

اقبالیات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں اقبال کامل (مولانا عبدالسلام ندوی) روائع اقبال[1] (ابو الحسن علی الندوی)، فیضان اقبال (شورش کاشمیری) خوب ہیں۔ اس مختصر سرگذشت میں اقبالؒ پر پوری گفتگو ممکن نہیں۔ چند باتیں ذہن پر آگئیں جو عرض کر دیں۔

کتب فارسی | بزرگوں کی فارسی ابجد خوانی کی ابتدا دادا مرحوم نے "کریما" سے کروائی۔ پھر بوستان و گلستان کی بو و باس مشام روح کی عطر بیزی کا سبب بنی —— کریما گلستان بوستان تو ہمارے قدیم (دادا مرحوم) دبستان اخلاق کی بہار تھی۔ فارسی ستر سال کے گھرانوں سے گیا اٹھی۔ ہماری قدیم قدروں اور روایات کا خاتمہ ہو گیا۔ فارسی عربی کے بعد ہمارے قدیم ثقافتی ورثہ کی امین تھی۔ تصوف میں فارسی شاعری کی نظیر نہیں تھی۔ حضرت ابو سعید ابوالخیر سے لے کر خاتم الشعرا جامی تک فارسی اشعار میں جو کچھ کہا گیا ہے دیگر زبانوں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ ہمارے اپنے اقبال سے استفادہ بغیر فارسی کے ناممکن ہے۔

جدید معقد تعلیم میں عربی و فارسی کے غیاب کے بعد کاش! ہم نجی طور پر اپنے اس علمی سرمایہ سے مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔

فارسی نظم میں مرشد رومی کی مثنوی معنوی دل و دماغ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی ہے

مرشد رومی حکیم پاک زاد　　سر مرگ و زندگی بر ما گشاد

مثنوی کے ضخیم دفاتر صدیوں سے معارف و حقائق کے امین ہیں۔ رومی نے اپنی پر سوز نے[2] سے "حکمت ایمانیاں" کا جو صور پھونکا ہے۔ وہ رہتی دنیا تک قلب و روح کو حیات نو بخشتا رہے گا۔ مثنوی نصاب تصوف کا نا صحیفہ نہیں بلکہ حقائق دینی، حکمت و فرزانگی، رموز زندگی کی نقاب کشا کتاب ہے۔ رومی و مثنوی پر فارسی و ...... اردو میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بحر العلوم کی دقیق و بسیط اور مفید شرح سے لے کر "الہام منظوم" تک۔ روحانیت پر اچھا خاصہ کام ہو چکا ہے۔ تاہم عصر حاضر کو رومی سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔

---

[1] اس کا ترجمہ نقوش اقبال کے نام سے اردو میں بھی شائع ہو گیا ہے۔

[2] فقیر کی ایک تقریر "رومی کا پیام عصر حاضر کے نام" سے شائع ہو چکی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عصر حاضر کے سب سے بڑے حکیم ڈاکٹر اقبال نے خوب کہا ہے ؎

پیر رومی را رفیق راہ ساز    تا خدا بخشد ترا سوز و گداز
زانکہ رومی مغز را داند ز پوست    پائے او محکم فتد در کوئے دوست

رومیات پر مثنوی معنوی کا پہلا ایڈیشن جسے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا تھا۔ نادر کی چیز ہے جس کی طباعت کے ساتھ حواشی کی معنویت "قدیم طباعت کہتر بقیمت بہتر" کی مصداق ہے۔ شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی کلید مثنوی فن کے لحاظ سے اردو میں شاہکار ہے۔ مفتاح العلوم بھی خوب ہے۔ تلمذ حسین کی مرآۃ المثنوی مضامین مثنوی کا لاجواب آئینہ اور مصنف کی کاوش کا کامیاب نشان ہے۔ تلمذ حسین صاحب کی کتاب "صاحب المثنوی" تو "رومیات" میں اچھا اضافہ اور محققانہ کتاب ہے۔ شبلی کی سوانح مولانا روم کی افادیت مسلمہ ہے۔ رومی کے علاوہ حافظ و سعدی، خسرو و عراقی وغیرہ کی غزلیات۔ سنائی و عطار کا کلام حسن دہلوی و جامی وغیرہ کی نعتیں۔ ابوسعید ابوالخیر و خیام کی رباعیات اس کور ذوق کی تشنگی شوق کو مہمیز کرتی رہیں۔ شاہنامہ فردوسی، سکندر نامہ نظامی، گلشن راز شبستری۔ قصائد خاقانی و قاآنی۔ غرض قند پارسی کام و دہن کی شیرینی کا سامان رہی ؎

گہے شعر عراقی را بخوانم    گہے جامی زند آتش بجانم

آج نیا زمانہ ہے، نئے افکار ہیں۔ نئی اقدار ہیں۔ ہماری محفل دانش کے چراغوں کے پروانے آج کہاں میسر آسکتے ہیں۔ نہ وہ دل رہے نہ وہ دماغ نہ وہ طبیعتیں رہیں نہ وہ مزاج۔ آج کیسے کہا جائے کہ دل کی بہار قلب کا سوز و گداز انہیں کی نواؤں سے تھا۔ نژاد نو کو کون بتائے کہ عربی و فارسی کو کھو کر اور مغرب کو اپنا کر ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا    کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس ژولیدہ بیان کی ہرزہ سرائی بہت طویل ہو گئی۔ بہت کچھ کہا اور بہت کچھ کہنے سے رہ گیا "ناگفتنی" گفتنی بن کر بھی ناگفتنی رہی۔ تاہم اختتام سے پیشتر شیخین ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ اور ابن جوزی کی کتابوں سے استفادہ کا تذکرہ نہ کرنا ناسپاسی ہوگا۔ اپنی بے حاصل زندگی میں جو کچھ پڑھا لکھا یا سنا اس کا استقصاء مقصود نہیں۔ مدعا یہ تھا کہ شاید یہ تحریر کسی خوش بخت کے لئے مفید علم و محرک عمل بن جائے اور فقیر کے لئے دلالت علی الخیر کی بشارت نجات کا سبب بن سکے۔ ورنہ یہ تباہ تو عمر بھر کی ورق گردانی کے باوجود علمی اعتبار سے ؏ چہ پایہ بود کتابے چند۔ اور حقیقت اسی کے رخ سے

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما    چہ قیامتست کہ می رسی ز کنار ما بکنار ما

کا مصداق ہے۔

© rasailojaraid.com